معیشت واقتصاد

مولانا حافظ ذوالفقار علی
ابوہریرہ شریعہ کالج، لاہور

شرعی اور مروّجہ تکافل کا تقابلی جائزہ

کچھ عرصہ سے بعض مالیاتی ادارے اسلامی بینکوں کی طرز پر سود، غرر اور قمار پر مشتمل انشورنس کا متبادل نظام بڑے زور وشور سے متعارف کرا رہے ہیں جس کو 'تکافل' کا نام دیا گیا ہے۔ جو ادارہ اس کا انتظام وانصرام کرتا ہے، اس کو تکافل کمپنی کہا جاتا ہے جیسے 'پاک کویت جنرل تکافل کمپنی' یا 'پاک قطر فیملی تکافل کمپنی' وغیرہ۔ ان کمپنیوں کے بقول یہ نظام چونکہ ہر لحاظ سے شرعی اُصولوں کے عین مطابق ہے، اسلئے اس کو 'اسلامی انشورنس' بھی کہا جاسکتا ہے۔ چونکہ اس کام سے ان اداروں کی غرض نفع کمانا ہے، اس لیے ہم اس کو 'تجارتی تکافل' بھی کہہ سکتے ہیں۔ تَکَافُل کا مفہوم اور شرعی تصور کیا ہے؟ شرعی اور تجارتی تکافل میں بنیادی فرق کیا ہے؟ نیز تجارتی تکافل کی شرعی اساس اور حکم کیا ہے؟ ذیل میں ان سوالوں کے جوابات ملاحظہ فرمائیں:

تکافل کا معنی ومفہوم

ہماری معلومات کے مطابق نہ تو قرآن وحدیث میں 'تکافل' کا لفظ آیا ہے اور نہ ہی لغت کی قدیم کتب میں یہ لفظ ملتا ہے، البتہ کتاب وسنت میں ایسے الفاظ ضرور استعمال ہوئے ہیں جن کا مادّہ وہی ہے جو تکافل کا ہے یعنی وہ الفاظ ك ف ل سے بنے ہیں۔

❁ مثلاً قرآنِ حکیم میں حضرت مریمؑ کی کفالت اور تربیت کے حوالے سے ایک جگہ

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾

(آلِ عمران:۳۷)

''پھر اس کے ربّ نے اسے قبول کیا، قبول کرنا اچھا اور زکریا کو اس کا کفیل بنایا۔''

اور دوسری جگہ

﴿إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾ (آل عمران:۴۴)

''جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے؟''

www.KitaboSunnat.com

یعنی پہلی آیت میں لفظ کَفَّلَ 'کفیل بنایا' اور دوسری میں یَکْفُلُ 'کفالت کرے'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جب دو آدمی دیوار پھلانگ کر حضرت داؤدؑ کے کمرہ میں داخل ہوئے تو ان میں سے ایک نے کہا:

﴿إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ﴾ (ص:۲۳)

''بے شک یہ میرا بھائی ہے، اسکے پاس ننانوے دُنبے ہیں اور میرے پاس ایک ہی دنبہ ہے تو یہ کہتا ہے: وہ بھی میرے سپرد کر دے اور گفتگو میں مجھ پر غالب آجاتا ہے''

یہاں اَکْفِلْ 'سپرد کر دے' کا لفظ آیا ہے۔

❁ اسی طرح حدیث شریف میں بھی اس مادہ کے مختلف الفاظ آئے ہیں۔ مثلاً نبی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا...» (صحیح بخاری:۵۳۰۴)

''میں اور یتیم کی کفالت کرنیوالا جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے، آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی اُنگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا جیسے یہ دونوں اکٹھی ہیں''

❁ البتہ لغت کی جدید کتب میں یہ لفظ زیر بحث آیا ہے۔ چنانچہ المَورد میں تکافل کا معنی Joint liability or responsibility; solidarity لکھا ہے۔

یعنی ''مشترکہ ذمہ داری یا جواب دہی؛ باہمی اتفاق؛ مقاصد اور عمل کا اتحاد''

◉ مُعجَم الطُّلاب میں ہے:

تَكَافَلَ يَتَكَا فَلُ، تكافُلاً: تَضَامَنَ/ تَبَادَلَ الضَّمَانَةَ مَعَ غَيْرِهٖ

''دوسرے کے ساتھ گارنٹی کا تبادلہ کرنا''

◉ معجَم لغة الفقهاء میں تکافل کا معنی ومفہوم یوں بیان ہوا ہے:

تبادل الإعالة والنفقة والمعونة (Solidarity) الرعاية والتحمل، ومنه تكافل المسلمين رعاية بعضهم بعضًا بالنصح والنفقة وغير ذلك

''کفالت، نفقہ اور اِعانت کا تبادلہ (انگریزی میں سولیڈیریٹی) بمعنی خیال رکھنا اور برداشت کرنا اور اسی سے تکافل المسلمین ہے۔ یعنی مسلمانوں کا ایک دوسرے کا خیر خواہی اور خرچ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ کر کے خیال رکھنا۔''

اسلام میں تکافل کی اہمیت

اگرچہ قرآن وحدیث میں لفظ تکافل ذکر نہیں ہوا مگر ایک دوسرے کی ضرورتوں کا خیال رکھنا، خیر خواہی اور تعاون کرنا دین کا اہم مطالبہ ہے۔

◉ سید قطب شہیدؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''بلا شبہ اجتماعی تکافل ہی اسلامی معاشرہ کی بنیاد ہے اور مسلمانوں کی جماعت پابند ہے کہ وہ اپنے کمزوروں کے مفادات کا خیال رکھے۔'' (فی ظلال القرآن: ۲۱۲/۱)

◉ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''اسلام کا مکمل نظام تکافل کی بنیاد پر قائم ہے۔'' (۴۳۳/۳)

◉ ذیل میں اس موضوع کی بعض آیات اور احادیثِ نبویہ ملاحظہ ہوں:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ اُولٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (التوبہ:۷۱)

''مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے اور برے کام سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ضرور رحم فرمائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہایت غالب خوب حکمت والا ہے۔''

یعنی اہل ایمان کا شعار یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہیں۔

◉ تکافل کی روح بھی یہی ہے۔ علامہ محمد رشید رضاؒ لکھتے ہیں کہ

''اس آیت میں مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کی جس دوستی کا ذکر ہے وہ نصرت، اُخوت اور محبت سب دوستیوں کو شامل ہے۔'' (تفسیر المنار: ۴۷۰/۱۰)

◉ حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، اچانک ایک شخص اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا یعنی اپنی ضرورت کی چیز تلاش کرنے لگا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

www.KitaboSunnat.com

«مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لاَ ظَهْرَ لَهُ وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لاَ زَادَ لَهُ» (صحیح مسلم:۱۷۲۸)

''جس کے پاس زائد سواری ہے وہ اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس زائد راشن ہو وہ اس کو دے دے جس کے پاس راشن نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؐ نے مال کی جو اَصناف ذکر کیں، سو کیں؛ یہاں تک کہ ہم نے یہ سمجھا کہ زائد مال میں ہم میں سے کسی کا حق نہیں ہے۔''

اسلام کہتا ہے کہ اگر ایک مسلمان کو تکلیف ہو تو دنیا بھر کے مسلمان اس وقت تک بے چین رہیں جب تک اس کی تکلیف رفع نہ ہو جائے۔

◉ آپ ﷺ نے بڑی عمدہ مثال بیان کر کے اس کو یوں سمجھایا:

«تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى» (صحیح بخاری:۶۰۱۱)

''تو مسلمانوں کو ایک دوسرے پر رحم کرنے، محبت رکھنے اور شفقت کرنے میں ایک جسم کی مانند دیکھے گا۔ اگر ایک عضو بیمار ہو جاتا ہے تو جسم کے تمام اعضا بخار اور بیداری میں اس کے شریک ہوتے ہیں۔''

◉ ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ یہ قحط ختم نہ کرتے تو

مَا تَركتُ أَهل بَيتٍ مِن المُسلمين لَهم سِعةً إِلا أَدخلتُ مَعهم أَعدادَهُم مِن الفُقراء (الأدب المفرد: باب المؤاساة في السَّنَة والمَجاعة،رقم:۵۶۲)

''میں ہر صاحبِ حیثیت مسلمان گھرانے میں اتنے ہی غربا داخل کر دیتا۔''

یعنی ایک امیر خاندان میں جتنے افراد ہوتے اتنے ہی غربا کی کفالت ان پر لازم ہوتی۔

اسلامی تکافل کی ہمہ گیریت

اسلام کا نظامِ تکافل اسلامی اُخوت، معاشی احتیاج وضرورت اور تکریم انسانیت پر استوار ہے۔ اسلام اس سوچ کا قطعاً حامی نہیں کہ ہم پر صرف ان مستحقین کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جو ہمارے ہم عقیدہ ہوں۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ

www.KitaboSunnat.com

مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴾

''اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے حسن سلوک کرنے اور ان کے حق میں انصاف کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے دین کی بابت نہیں لڑے اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' (الممتحنہ:۸)

◉ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ» (صحیح بخاری:۲۴۶۶)

''ہر جاندار میں ثواب ہے۔''

یعنی ہر جاندار کے ساتھ احسان کرنا باعثِ ثواب ہے۔

فقہا کی رائے میں جو اہل ذمہ اپنے معاش کے حصول سے عاجز ہو جائیں گے ان کی ضرورت کے مطابق بیت المال سے وظیفہ جاری کیا جائے گا۔ امام ابن قیمؒ رقم طراز ہیں:

''حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے ایک ذمی بوڑھے کو دروازوں پر مانگتے دیکھا تو بیت المال سے اس کا وظیفہ جاری کر دیا اور عمر بن عبدالعزیز نے بھی ایسا کیا تھا۔'' [أحكام أهل الذمة، باب من لا يقدر من أهل الذمة أعطي من بيت المال]

حضرت خالد بن ولیدؓ نے اہل حیرہ سے کہا تھا کہ

''تم میں سے جو بوڑھا ہو جائے گا یا جس پر کوئی آفت آجائے گی یا جو مال دار رہنے کے بعد غریب ہو جائے گا، وہ جب تک دار الاسلام میں رہے گا، اس کی اور اس کے بیوی بچوں کی کفالت بیت المال کرے گا۔'' (کتاب الخراج از قاضی ابو یوسف)

ثابت ہوا اسلام کے نظامِ تکافل کا فیض انتہائی وسیع ہے جس سے اسلامی ریاست کا ہر مستحق شہری بلاتخصیص عقیدہ بقدرِ ضرورت مستفید ہوتا ہے۔

تکافل کی مختلف صورتیں

اسلامی نقطہ نظر کے مطابق درجاتِ معیشت میں تفاوت اپنی جگہ مگر اس طرح سادہ زندگی گزارنے کا حق سب کو یکساں حاصل ہے کہ اس کی بنیادی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔ اس امر کو یقینی بنانے کے لیے زکوٰۃ، عشر اور صدقہ فطر وغیرہ کا نظام دیا گیا ہے۔ اور معاشرہ میں دولت کو زیر گردش لانے اور غربا کی بہبود میں زکوٰۃ کا کردار بڑا نمایاں ہے۔ سید قطب شہیدؒ

www.KitaboSunnat.com

لکھتے ہیں:

إن الزكاة فرع من فروع نظام التكافل الاجتماعي في الإسلام

(فی ظلال القرآن:۴/۴۱)

''زکوٰۃ اسلام میں تکافل اجتماعی کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔''

رمضان المبارک کے اختتام پر صدقہ فطر بھی تکافل اجتماعی کی ایک شکل ہے تاکہ چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر شخص فقراء ومساکین کی دیکھ بھال میں حصہ دار بنے۔ ایسے ہی مال داروں کو فقیر عزیز واَقارب کے نان ونفقہ کا ذمہ دار ٹھہرانا بھی تکافل میں شامل ہے جبکہ نفلی صدقات اور ہنگامی حالات میں اِنفاق کا حکم اس سے الگ ہے۔ اسی طرح غیر ارادی طور پر قتل ہوجانے کی صورت میں دیت تنہا قاتل پر ڈالنے کی بجائے عاقلہ (قاتل کے بھائی، چچا اور ان کی اولاد) کو شریک کرنے کا حکم تکافل کی ہی عکاسی کرتا ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ اس کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَالْمَعْنٰى فِي ذٰلِكَ أَنَّ جِنَايَاتِ الْخَطَأِ تَكْثُرُ وَدِيَةَ الآدَمِيِّ كَثِيرَةٌ، فَإِيجَابُهَا عَلَى الْجَانِي فِي مَالِهِ يُجْحِفُ بِهِ، فَاقْتَضَتْ الْحِكْمَةُ إِيجَابَهَا عَلَى الْعَاقِلَةِ عَلَى سَبِيلِ الْمُوَاسَاةِ لِلْقَاتِلِ وَالإِعَانَةِ لَهُ تَخْفِيفًا عَنْهُ (المغنی:۱۲/۲۱)

''اس میں حکمت یہ ہے کہ غیر ارادی طور پر ہونے والے جرائم بکثرت ہوتے ہیں اور آدمی کی دیت بھی کافی زیادہ ہے۔ لہٰذا اس کو اکیلے خطا کار کے مال میں واجب قرار دینا اس پر اس کے مال میں ناقابل برداشت ذمہ داری ڈالنے کا باعث ہے۔ چنانچہ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ قاتل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے بطورِ ہمدردی اور اعانت اس کی دیت عاقلہ پر واجب قرار دی جائے۔''

بلکہ غیر ارادی قتل میں دیت کا حکم بذاتِ خود تکافل کی ایک صورت ہے اور وہ یوں کہ بعض دفعہ مقتول کے بچے کمسن ہوتے ہیں جن کی تعلیم وتربیت کے لیے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے تو گویا اسلام نے دیت مقرر کرکے ان کی کفالت کا انتظام کیا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اسلام نے تکافل کا ایک مضبوط نظام دیا ہے، اگر اس پر عمل ہوجائے تو تمام محتاجوں کی معاشی ضرورتیں پوری ہوسکتی ہیں۔ لیکن بایں ہمہ اگر ضرورت پوری نہ ہو تو غنی مسلمانوں پر مزید خرچ کرنا لازم ہوجاتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اسلامی تکافل کی خصوصیت

اسلامی تکافل کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا بنیادی مقصد اپنے مستقبل کے خطرات کا تحفظ اور نقصانات کی تلافی ہرگز نہیں۔ اور نہ ہی اس کو بطورِ کاروبار اختیار کیا جاتا ہے بلکہ اسلامی معاشرے کا یہ شعار ہونا چاہیے کہ اس کے تمام افراد باہم مددگار ومعاون ہوں اور ضرورت مندوں اور مجبوروں کی مدد کریں، لیکن اگر کچھ ادارے تکافل کے نام سے یہ مطالبہ کریں کہ ہم آپ کے بیوی بچوں کی مدد تب کریں گے جب آپ اتنے سالوں تک ہر ماہ ایک متعین رقم ہمیں وکالۃ یا مضاربۃ کی بنیاد پر کاروبار اور وقف فنڈ میں بطور چندہ دیں گئے تو اس سے اسلام کے تکافل اجتماعی کا مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

مروجہ تکافل اور اس کا طریقہ کار

ماضی قریب میں تکافل کی ایک نئی شکل سامنے آئی ہے جس کا مقصد دوسروں کے ساتھ تعاون کی بجائے دراصل اپنے نقصان کا اِزالہ ہوتا ہے اور اس کے منتظم بھی یہ کام بطورِ کاروبار کرتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ

- سب سے پہلے کچھ لوگ یا مالیاتی ادارے مل کر ایک کمپنی قائم کرتے ہیں جس کو تکافل کمپنی کہا جاتا ہے۔ اس کمپنی کے اداشدہ سرمایہ کا ایک حصہ وقف کر کے ایک پول بنایا جاتا ہے یہ پول کسی کی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ اپنا الگ قانونی وجود رکھتا ہے جبکہ کمپنی کی طرف سے پول میں ڈالی گئی رقم ان متاثرین کے لیے وقف ہوتی ہے جو پالیسی حاصل کرتے ہیں۔
- کمپنی مالکان وقف کی اس رقم کو وقف کے ایجنٹ (وکالہ) کی حیثیت سے یا مضاربہ کی بنیاد پر کاروبار میں لگاتے ہیں۔ نفع سے (وکالہ کی شکل میں) اپنی فیس یا (مضاربہ کی شکل میں) اپنا حصہ الگ کر کے نفع میں حاصل شدہ باقی رقم دوبارہ وقف پول میں ہی جمع کر دیا جاتا ہے۔
- کمپنی لوگوں کو پالیسی حاصل کرنے کی ترغیب دیتی ہے اور جو لوگ پالیسی حاصل کرتے ہیں، وہ اس کے ممبران شمار ہوتے ہیں۔
- پالیسی حاصل کرتے وقت خواہش مند اپنی اَغراض پیش نظر رکھتے ہیں۔ کسی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ میری موت کے بعد میرے بچوں کی کفالت کے لیے ان کے پاس بیس لاکھ

www.KitaboSunnat.com

ہونا چاہے اور کسی کے پیش نظر کسی اور قسم کے متوقع نقصان کا اِزالہ کرنا ہوتا ہے۔

- صرف وہی لوگ پالیسی حاصل کرنے کے اہل شمار ہوتے ہیں جو عمر وصحت اور آمدن کے لحاظ سے کمپنی کے معیار پر پورا اُترتے ہیں۔ باقاعدہ طبی معائنہ کے ذریعہ ایک اندازہ کیا جاتا ہے۔ اگر کسی چیز کے متوقع نقصان کی تلافی مقصود ہو تو اس چیز کی حالت بھی دیکھی جاتی ہے۔
- پالیسی کی زیادہ سے زیادہ مالیت کیا ہوگی یہ فیصلہ خواہشمند نے خود کرنا ہوتا ہے جبکہ کم از کم مالیت تکافل کمپنی خود طے کرتی ہے۔
- ایسے ہی پالیسی کی زیادہ سے زیادہ مدت کمپنی طے کرتی ہے، البتہ کم سے کم مدت کا تعین وہ شخص خود بھی کرسکتا ہے۔ یاد رہے کمپنی کی جانب سے پالیسی ہولڈر کو دی جانے والی رقم کا انحصار انہی دو باتوں پر ہوتا ہے۔
- چونکہ تکافل فنڈ کا انتظام و انصرام کمپنی کے ذمہ ہوتا ہے، اس لئے کمپنی اس کی باقاعدہ الگ سے فیس لیتی ہے جس کو 'وکالہ فیس' کہا جاتا ہے۔
- پالیسی کی رقم عموماً سالانہ اقساط میں جمع کروائی جاتی ہے جبکہ ششماہی یا سہ ماہی اقساط میں بھی جمع کروائی جاسکتی ہے۔
- پالیسی ہولڈر کی قسط سے سب سے پہلے ایلوکیشن فیس منہا کی جاتی ہے۔ یہ فیس پالیسی کی مالیت اور مدت کو مدنظر رکھ کر لی جاتی ہے۔ پہلی قسط سے ایک خطیر رقم اس مد میں چلی جاتی ہے۔ مثلاً اگر پالیسی کی مدت ۲۰ سال یا اس سے زیادہ ہو اور قسط پندرہ سے پچیس ہزار تک ہو تو پاک قطر فیملی تکافل پہلی سالانہ قسط سے ۸۰ فیصد، دوسری سے ۲۰، تیسری سے ۱۰، چوتھی سے ۷، پانچویں سے بھی ۷ اور چھٹی سے لے کر دسویں قسط تک تین فیصد وصول کرتی ہے۔
- ایلوکیشن فیس کے بعد ہر قسط کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، ایک حصہ انوسٹمنٹ (بصورتِ مضاربت) یا فیس کے طور پر (بصورتِ وکالہ) اور دوسرا حصہ وقف پول کے لئے۔
- جو حصہ انوسٹمنٹ کے لئے ہوتا ہے، اس سے دو قسم کی فیس کاٹی جاتی ہے:

www.KitaboSunnat.com

i) ایڈمن فیس: یہ ماہانہ بنیادوں لیکن پالیسی کی مالیت اور مدت کے اعتبار سے مختلف مگر فکسڈ ہوتی ہے۔ مثلاً پاک قطر فیملی تکافل کی کم از کم فیس ۶۵ روپے اور زیادہ سے زیادہ ایک سو دس روپے ماہانہ ہے۔ اس میں سالانہ آٹھ فیصد اضافہ بھی ہوتا ہے۔

ii) مینجمنٹ انوسٹمنٹ فیس: پاک قطر فیملی تکافل کمپنی کی تقریباً ڈیڑھ فیصد ہے۔

- جنرل تکافل میں مکمل قسط وقف پول میں جمع ہوتی ہے۔ کمپنی وقف کو منظم کرنے اور اس کے سرمایہ سے کاروبار کرنے کی علیحدہ علیحدہ فیس لیتی ہے۔
- ہر تکافل کمپنی کا ایک دوسری کمپنی جس کو ری تکافل کہا جاتا ہے، سے معاہدہ ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ تکافل کمپنی پالیسی ہولڈر کی قسط کا کچھ حصہ ری تکافل کمپنی کو بھی دیتی ہے۔
- جو حصہ وقف پول میں جمع ہوتا ہے، وہ پالیسی ہولڈرز کی ملکیت سے نکل کر وقف کی ملکیت میں چلا جاتا ہے۔ تاہم تجارتی تکافل کے حامیوں کے مطابق وہ خود بخود وقف نہیں ہوگا بلکہ صرف وقف کی ملکیت ہوگا جو وقف کے مصالح اور ان لوگوں پر خرچ ہوگا جو وقف کی مد میں شامل ہوں گے۔ ملاحظہ ہو مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کا مقالہ تأصيل التأمين التكافلي على أساس الوقف والحاجة الداعية إليه (ص:۱۸تا۲۰)
- کمپنی ان دونوں کھاتوں میں جمع شدہ رقم سے پالیسی ہولڈرز اور وقف پول کے ایجنٹ کی حیثیت سے کاروبار کرتی ہے جو نفع ہو، وہ وقف پول اور پالیسی ہولڈرز کے کھاتے میں جمع کر دیا جاتا ہے جبکہ وقف پول کا مکمل نفع وقف پول میں ہی جاتا ہے۔
- کلیمز کی ادائیگی میں عموماً سرمایہ دارانہ انشورنس کی شرطوں کو ہی ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اگر کلیمز زیادہ ہونے کی وجہ سے وقف پول میں رقم کم پڑ جائے تو قانوناً کمپنی اس بات کی پابند ہوتی ہے کہ وہ قرضِ حسنہ لے کر باقی کلیمز ادا کرے۔ البتہ یہ قرض خود کمپنی ہی وقف پول کو دیتی ہے جو اس نے آئندہ سرپلس سے وصول پانا ہوتا ہے۔
- اگر پالیسی ہولڈر بیماری یا حادثے کی وجہ سے قسط ادا کرنے کے قابل نہ رہے تو وہ کمپنی ادا کرتی ہے بشرطیکہ شروع میں یہ فیصلہ کر لیا جائے کیونکہ اس کے لیے اضافی رقم ادا کرنا لازم ہوتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

مروّجہ تکافل کی قسمیں

بنیادی طور پر اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ فیملی تکافل ۲۔ جنرل تکافل

فیملی تکافل: کی اصطلاح لائف انشورنس کے متبادل استعمال ہوتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پالیسی ہولڈر کی ہر قسط کا کچھ انوسٹمنٹ کھاتے میں جاتا ہے اور کچھ حصہ وقف پول میں۔ یہاں کمپنی دو قسم کی الگ الگ ایجنسی فیس وصول کرتی ہے، ایک وقف پول کا منتظم ہونے کی حیثیت سے یہ وقف پول سے لی جاتی ہے اور دوسری پالیسی ہولڈر کا ایجنٹ ہونے کی حیثیت سے یہ پالیسی ہولڈر کے کھاتے سے کاٹی جاتی ہے۔

اب اگر پالیسی ہولڈر متعینہ مدت سے پہلے فوت ہو جائے تو کمپنی اس کے ورثا کو ایک تو انوسٹمنٹ اکاؤنٹ میں سے پالیسی حاصل کرنے کی ابتدا سے لے کر فوت ہونے تک جمع کرائی گئی رقم مع اس نفع کے جو سرمایہ کاری سے حاصل ہوا، ادا کرے گی۔ اور دوسرا فوت ہونے کی وجہ سے پالیسی ہولڈر کے ذمہ جو اقساط رہ گئی ہیں، وہ وقف پول سے ادا کرے گی۔ اور اگر پالیسی ہولڈر متعینہ مدت تک زندہ رہے تو پھر اس کو حسبِ ذیل فوائد حاصل ہوں گے:

- 'انوسٹمنٹ کھاتے' میں جمع شدہ رقم مع اس نفع کے جو اس دوران سرمایہ کاری سے حاصل ہوا۔
- وقف میں دیے گئے عطیہ کے تناسب سے حصہ بشرط کہ وقف پول میں سرپلس ہو۔

لیکن اگر کوئی شخص مدت مکمل ہونے سے قبل پالیسی سے نکلنا چاہے تو وہ صرف اپنی انوسٹمنٹ کھاتے میں موجود رقم اور اس سے حاصل ہونے والے نفع کا حق رکھتا ہے، وقف پول میں دی گئی رقم پر اس کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

جنرل تکافل: یہ اصطلاح جنرل انشورنس کی جگہ بولی جاتی ہے۔ یعنی ممکنہ خطرات سے تحفظ کی پالیسی۔ اس میں قسط کی پوری رقم وقف پول میں جاتی ہے اور اگر دورانِ مدت وہ نقصان ہو جائے جس کی تلافی کے لیے پالیسی لی گئی ہے تو اِزالہ کر دیا جاتا ہے۔ بصورتِ دیگر سرمایہ دارانہ نظامِ انشورنس کی طرح پالیسی ہولڈر کو کچھ نہیں ملتا۔ البتہ کمپنی اپنی صواب دید پر کچھ بونس دے سکتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

کیا مروّجہ تکافل سود اور غرر سے پاک ہے؟

کمرشل انشورنس کو جن خرابیوں کی بنیاد پر حرام قرار دیا گیا ہے، ان میں سرفہرست سود اور غرر (Uncertainty) ہے۔ بادیٔ النظر میں یہ دونوں خرابیاں یہاں بھی پائی جاتیں ہیں۔ وہ یوں کہ اگر پالیسی ہولڈر مدت پوری ہونے سے پہلے فوت ہوجائے تو اس کو پالیسی کے تحت طے شدہ رقم دی جاتی ہے جس کا ایک حصہ اس نے ادا ہی نہیں کیا ہوتا۔

اور کمپنی قانونی طور پر اس کی پابند بھی ہوتی ہے۔ جبکہ غرر اس طرح کہ دونوں احتمال ہیں، ممکن ہے جس نقصان کے ازالہ کے لیے پالیسی لی گئی ہے وہ پیش نہ آئے اور ادا کی ہوئی رقم رائیگاں جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ پیش آجائے اور کمپنی کے ذمہ ادائیگی لازم ہوجائے۔

کیا یہ عقد معاوضہ نہیں؟

تجارتی تکافل کے حامی کہتے ہیں کہ اضافہ اور غرر تب ممنوع ہے جب عقد معاوضہ (لین دین کی وہ صورت جس میں ایک فریق دوسرے سے معاوضہ لینے کا حق رکھتا ہے) میں ہو جبکہ یہ عقد تَبَرُّع (Donation/صدقہ) ہے، لیکن یہ توجیہ درست نہیں۔ کیونکہ پالیسی ہولڈر کو حاصل ہونے والے فوائد کا انحصار پالیسی مالیت کی کمی بیشی پر ہوتا ہے یعنی پریمیم کم تو فائدہ بھی کم اور پریمیم زیادہ تو فائدہ بھی زیادہ ہوتا ہے اور یہ سب کچھ باقاعدہ ایک معاہدے کے تحت ہوتا ہے جس کی پابندی فریقین کے لیے لازمی ہوتی ہے اور اس کو قانونی تحفظ بھی حاصل ہے حتی کہ اگر کلیمز کی ادائیگی کے لیے رقم موجود نہ ہو تو (نام نہاد) وقف قرض لے کر یہ ادائیگی ممکن بناتا ہے، ایسی صورت میں اس کو عقد تبرع قرار دینا ناقابل فہم ہے۔

نیز اس پر تَبَرُّع کی تعریف بھی صادق نہیں آتی، کیونکہ تبرع کا معنی ہے کسی کو کوئی چیز اس طرح دی جائے کہ معاوضے کی خواہش نہ رکھی جائے جبکہ یہاں تو محرک ہی یہ ہے کہ مجھے اس کے عوض یہ فوائد حاصل ہوں گے۔

ایک تاویل کا جواب

مروّجہ تکافل کے بعض حامی اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ پالیسی ہولڈر یہ فوائد دیئے گئے

www.KitaboSunnat.com

عطیات کی بنیاد پر نہیں، بلکہ وقف کے قواعد وضوابط کے تحت حاصل کرتا ہے یعنی وہ یہ نہیں کہتا چونکہ میں نے وقف کو اتنا چندہ دیا ہے، اس لیے میں ان فوائد کا حق رکھتا ہوں بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ ان قواعد کی بنیاد پر مجھے یہ فوائد حاصل ہونے چاہیے۔ یہ قانونی حق اس کو عقدِ معاوضہ میں داخل نہیں کرتا..... مگر دو وجوہ کے باعث یہ تاویل بیتِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے:

① ایک تو اس لیے کہ پالیسی ہولڈر کو قواعد وضوابط کے تحت دعوی کرنے کا حق بھی تو دی گئی رقم کے بدلے ہی حاصل ہوا ہے۔ اب آپ قواعد وضوابط کا نام لیں یا پریمیم کی کمی بیشی کا، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

② دوسرا اس لیے کہ پالیسی ہولڈر کی نظر تو ان فوائد پر ہوتی ہے جو اس کو مستقبل میں اس کے بدلہ میں حاصل ہونا ہوتے ہیں، وہ قواعد وضوابط کے تحت حاصل ہوں یا دی گئی رقم کے عوض، اس کو اس سے دلچسپی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت پالیسی حاصل کرتے وقت فوائد کے متعلق تو پوچھتی ہے مگر وقف کے قواعد وضوابط کے بارے میں سوال نہیں کرتی۔

ایک مجلس میں جب راقم نے ایک مشہور تکافل کمپنی کے سنیئر کنسلٹنٹ سے پوچھا کہ کیا آپ پالیسی حاصل کرنے کے خواہش مندوں کو قواعد وضوابط سے آگاہ کرتے ہیں، تو اُنہوں نے صاف کہا کہ لوگ ہم سے صرف یہ پوچھتے ہیں کہ ہمیں کیا ملے گا، قواعد وضوابط کے متعلق کبھی سوال نہیں ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جن خرابیوں کی بنا پر روایتی انشورنس حرام ہیں تکافل ان سے پاک نہیں۔

کیا نقدی کو وقف کیا جاسکتا ہے؟

یہاں یہ بحث بھی بڑی اہم ہے کہ روپیہ پیسہ وقف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ تکافل کمپنی کی پوری عمارت اس پر استوار ہے، لہٰذا ہم اس مسئلہ کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں:

اکثر فقہا اور اہل علم کی رائے میں روپے پیسے اور درہم ودینار کا وقف ہی درست وجائز نہیں۔ چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں ہے:

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ كُلُّ مَا أَمْكَنَ الِانْتِفَاعُ بِهِ مَعَ بَقَاءِ أَصْلِهِ وَيَجُوزُ بَيْعُهُ يَجُوزُ

www.KitaboSunnat.com

وَقْفُهُ وَهَذَا قَوْلُ مَالِكٍ وَأَحْمَدَ أَيْضًا وَأَمَّا وَقْفُ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِهِ إِلَّا بِالإِتْلَافِ كَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْمَأْكُولِ وَالْمَشْرُوبِ فَغَيْرُ جَائِزٍ فِي قَوْلِ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ وَالْمُرَادُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ: الدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِيرُ وَمَالَيْسَ بِحُلِيٍّ

''امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ ہر وہ چیز جس کو باقی رکھ کر اس سے فائدہ حاصل کرنا ممکن ہو اور اس کی بیع بھی جائز ہو تو اس کا وقف درست ہے، یہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا بھی قول ہے۔ رہا اس چیز کا وقف جس کو صرف کیے بغیر اس سے استفادہ ممکن نہ ہو جیسے سونا، چاندی اور کھانے پینے کی اشیا وغیرہ تو عام فقہا کے نقطہ نظر سے ایسا وقف جائز نہیں ہے۔ سونے اور چاندی سے مراد درہم، دینار اور وہ سونا ہے جو زیور کی شکل میں نہ ہو۔''

شارحِ بخاری علامہ ابن بطالؒ لکھتے ہیں:

قال أبوحنيفة وأبويوسف لا يجوز وقف الحيوان والعروض والدنانير والدراهم (شرح صحیح بخاری:۱۹۸/۸)

''امام ابوحنیفہ اور ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ جانور، سامان اور درہم و دینار کا وقف جائز نہیں۔''

مشہور حنفی عالم علامہ انور شاہ کاشمیریؒ لکھتے ہیں:

واعلم أن وقف المنقول لا يصح على أصل المذهب وأجازه محمد فيما تعارفه الناس (فیض الباری:۴۱۶/۳)

''جان لو! اصل (حنفی) مذہب میں اشیائے منقولہ کا وقف صحیح نہیں ہے۔ مگر امام محمدؒ نے ان چیزوں میں اس کی اجازت دی ہے جو لوگوں میں معروف ہو جائیں۔''

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ رقم طراز ہیں:

وَجُمْلَتُهُ أَنَّ مَا لَا يُمْكِنُ الانْتِفَاعُ بِهِ مَعَ بَقَاءِ عَيْنِهِ كَالدَّنَانِيرِ وَالدَّرَاهِمِ وَالْمَطْعُومِ وَالْمَشْرُوبِ وَالشَّمْعِ وَأَشْبَاهِهِ لَا يَصِحُّ وَقْفُهُ، فِي قَوْلِ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ وَأَهْلِ الْعِلْمِ، إِلَّا شَيْئًا يُحْكَى عَنْ مَالِكٍ وَالْأَوْزَاعِيِّ فِي وَقْفِ الطَّعَامِ أَنَّهُ يَجُوزُ وَلَمْ يَحْكِهِ أَصْحَابُ مَالِكٍ وَلَيْسَ بِصَحِيحٍ؛ لِأَنَّ الْوَقْفَ تَحْبِيسُ الْأَصْلِ وَتَسْبِيلُ الثَّمَرَةِ، وَمَا لَا يُنْتَفَعُ بِهِ إِلَّا بِالإِتْلَافِ لَا يَصِحُّ فِيهِ ذَلِكَ (المغنی:۲۲۹/۸)

''خلاصہ یہ کہ جس چیز کو باقی رکھ کر اس سے فائدہ اُٹھانا ممکن نہ ہو جیسے درہم و دینار، کھانا،

www.KitaboSunnat.com

مشروب، شمع اور اس جیسی دوسری اشیا وغیرہ تو عام فقہا اور اہل علم کے نزدیک ان کا وقف درست نہیں ہے۔ البتہ امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ سے کھانے کے وقف کے متعلق مروی ہے کہ یہ جائز ہے.....اس بات کو امام مالک کے شاگردوں نے بیان نہیں کیا.....لیکن یہ موقف درست نہیں، کیونکہ وقف کا مطلب ہے: ''اصل کو باقی رکھنا اور اس کے فائدہ کو اللہ کی راہ میں خیرات کرنا'' اور جس کو تلف کیے بغیر اس سے فائدہ لینا ممکن نہ ہو، اس میں وقف صحیح نہیں ہوتا۔''

مزید لکھتے ہیں:

وَجُمْلَةُ ذٰلِكَ أَنَّ الَّذِي يَجُوزُ وَقْفُهُ مَا جَازَ بَيْعُهُ، وَجَازَ الانْتِفَاعُ بِهٖ مَعَ بَقَاءِ عَيْنِهٖ، وَكَانَ أَصْلًا يَبْقٰى بَقَاءً مُتَّصِلًا كَالْعَقَارِ وَالْحَيَوَانَاتِ وَالسِّلَاحِ وَالْأَثَاثِ وَأَشْبَاهِ ذٰلِكَ (المغنی: ۲۳۱/۸)

''وقف اسی کا جائز ہے جس کی بیع درست ہے اور اس کو بعینہٖ باقی رکھ کر اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ اور وہ ایسی چیز ہونی چاہئے جو متصلاً باقی رہے جیسے زمین، جانور، اسلحہ، اثاثہ اور اس قسم کی دوسری اشیا وغیرہ''

علما وفقہا کا موقف تو اوپر آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، البتہ بعض اہل علم وہ بھی ہیں جو رقم کو بھی وقف کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ اِن میں امام بخاریؒ بھی شامل ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اس کے حق میں مستقل عنوان بھی قائم کیا ہے:

بَابُ وَقْفِ الدَّوَابِّ وَالْكُرَاعِ وَالْعُرُوضِ وَالصَّامِتِ (صحیح بخاری، کتاب الوصایا)

''جانوروں، گھوڑوں، سامان اور سونے، چاندی کے وقف کا بیان۔''

اپنے موقف پر استدلال کیلئے اُنہوں نے اس باب کے تحت حضرت عمرؓ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے:

أَنَّ عُمَرَ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ لَهٗ فِي سَبِيلِ اللهِ أَعْطَاهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا رَجُلاً فَأُخْبِرَ عُمَرُ أَنَّهٗ قَدْ وَقَفَهَا يَبِيعُهَا، فَسَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنْ يَبْتَاعَهَا فَقَالَ لَا تَبْتَعْهَا وَلَا تَرْجِعَنَّ فِي صَدَقَتِكَ

''حضرت عمرؓ نے اپنا گھوڑا اللہ کی راہ میں دے دیا۔ اور آپؓ اُنہوں نے وہ گھوڑا رسول اللہ کو اس لیے دیا تاکہ کسی آدمی کو سواری کے لیے دے دیں۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ اب وہ شخص اس کو فروخت کر رہا ہے تو اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ وہ اسے خرید لے؟ آپؐ نے فرمایا اس کو مت خریدیں اور اپنا صدقہ واپس نہ لیں۔''

www.KitaboSunnat.com

امام بخاریؒ نے اپنے موقف کی تائید میں امام زہریؒ کا یہ اثر بھی ذکر کیا ہے:

''امام زہری نے اس شخص کے متعلق فرمایا جس نے ہزار دینار اللہ کی راہ میں دیے اور وہ اپنے تاجر غلام کو حوالے کر دیے کہ وہ ان سے تجارت کرے اور اس کا نفع مساکین اور رشتہ داروں کے لیے صدقہ کر دیا۔ کیا وہ شخص اس ہزار کے نفع سے خود کھا سکتا ہے؟ خصوصاً اگر اس کا نفع مساکین کیلئے صدقہ نہ کیا ہو تو امام زہری نے فرمایا اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس سے کھائے۔''

صحیح موقف

امام بخاریؒ کا تفقہ فی الدین اور مقام و مرتبہ شک وشبہ سے بالاتر ہے، لیکن اگر فریقین کے پیش کردہ دلائل کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو حسبِ ذیل وجوہ کے باعث ان حضرات کا موقف صائب معلوم ہوتا ہے جو روپے پیسے کے وقف کو جائز نہیں سمجھتے۔

① تمام فقہا اس پر متفق ہیں کہ وقف میں اصل چیز کو باقی رکھ کر صرف اس کی منفعت خرچ کی جائے گی۔ اس کی بنیاد نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا» (صحیح بخاری: ۲۷۳۷)

''اگر تو چاہے تو اس کا اصل روک لے اور اس کی منفعت (پیداوار) کو صدقہ کر دے۔''

یہ حدیث اس امر کی صریح دلیل ہے کہ وقف وہ چیز ہو سکتی ہے جس کو باقی رکھ کر فائدہ اُٹھانا ممکن ہو جبکہ روپیہ اپنی اصل حیثیت میں رہتے ہوئے کوئی فائدہ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا، نہ اس کو کھایا جا سکتا ہے، نہ پہنا جا سکتا اور نہ ہی اس میں رہائش رکھی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس پر سواری کی جا سکتی ہے۔ یہ تو محض حصولِ اشیا کا ایک وسیلہ ہے یعنی جب تک اس کو خرچ نہ کریں، اس سے استفادہ ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روپے، پیسے کو کرایہ پر دینا بھی درست نہیں، کیونکہ کرایہ اسی چیز کا لیا جا سکتا ہے جسے صرف کے بغیر استعمال کیا جا سکتا ہو، چونکہ نقد میں یہ خوبی نہیں، اس لیے اس کا کرایہ لینا بھی جائز نہیں ہے۔ اسی بنا پر امام نوویؒ اور علامہ ابن قدامہؒ نے درہم و دینار کے وقف کا جواز ان لوگوں کا مسلک بیان کیا ہے جو ان کا کرایہ لینا جائز سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: روضة الطالبین ۲/۲۵۴ اور المغنی ۸/۲۲۹

جب راجح مسلک کے مطابق ان کا کرایہ درست نہیں ہے اور مروّجہ تکافل کے حامی بھی اس سے متفق ہیں اور وجہ بھی وہی بیان کرتے ہیں جو فقہا نے وقف کے عدمِ جواز میں ذکر کی ہے کہ نقد

www.KitaboSunnat.com

کو استعمال کیے بغیر فائدہ اُٹھانا ممکن نہیں۔ (’اسلامی بینکاری کی بنیادیں‘ از مولانا تقی عثمانی: ص ۱۶۹)

اور اسی طرح تکافل کے مؤیدین بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ روپیہ پیسہ ایسی چیز نہیں جس کو باقی رکھ کر مستفید ہوا جا سکے تو پھر فقہاے کرام کی اس شرط کہ ’’وقف وہی چیز ہوسکتی ہے جو باقی رہ کر قابل فائدہ ہو‘‘ کو نظر انداز کر کے نقد کے وقف کے جواز کا فتویٰ دینا سمجھ سے بالاتر ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

جو حضرات نقد کے وقف کے قائل ہیں، ان کے خیال میں روپے پیسے کو بھی باقی رکھ کر فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے اور وہ یوں کہ اس سے کاروبار کیا جائے اور جو نفع ہو وہ خرچ کر دیا جائے، اصل کو برقرار رکھا جائے تو یہ توجیہ دو وجہ سے درست نہیں ہے:

☆ ایک تو اس لیے کہ یہ صورت روپے پیسے کو اس کی اصل حیثیت میں باقی رکھ کر فائدہ حاصل کرنے کی نہیں۔ اس طرح کا فائدہ تو روپے پیسے کو کرایہ پر بھی لے کر لیا جاسکتا ہے، لیکن اس کے باوجود یہ شرعاً جائز نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ اس قسم کا فائدہ نقد کی تخلیق کا اصل مقصد نہیں ہے جیسا کہ علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ نے المغنی میں لکھا ہے۔

☆ دوسرا اس لیے کہ روپے پیسے کو کاروبار میں لگانے سے فائدہ کی بجائے نقصان کا بھی اندیشہ ہے اور ممکن ہے کہ وقف ختم ہی ہو جائے۔ اس لیے یہ کہنا کہ وقف کی ہوئی رقم سے کاروبار کر کے اس کا نفع خرچ کیا جائے گا، آپ ﷺ کے اس ارشاد کہ ’’اصل روک کر رکھو اور اس کی پیداوار خرچ کرو‘‘ کے خلاف ہے۔

جو حضرات نقد کے وقف کو ناجائز کہتے ہیں، ان کا موقف درست ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قائلین نے اپنی تائید میں جو دلائل ذکر کے ہیں، وہ ثبوت کے لیے ناکافی ہیں مثلاً حضرت عمرؓ کے واقعہ سے ایسی منقولی اشیا کا وقف تو ثابت ہوتا ہے جن کا اپنا ذاتی استعمال ہو مثلاً گھوڑا جس کا اپنا ذاتی استعمال ہے اور وہ ہے سواری وغیرہ، لیکن نقد جس کا اپنا کوئی ذاتی استعمال نہیں تو اس کا وقف ثابت نہیں ہوتا۔ امام بخاریؒ نے نقد کو گھوڑے پر قیاس کیا ہے جو درست نہیں، کیونکہ دونوں میں واضح فرق ہے۔

مزید برآں یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ بعض اہل علم کی رائے میں یہ وقف تھا ہی

www.KitaboSunnat.com

نہیں بلکہ صدقہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے تو فرمایا کہ اپنا صدقہ مت خریدو مگر بیچنے والے پر پابندی نہیں لگائی۔ اور نہ ہی حضرت عمرؓ نے اس پر کوئی اعتراض کیا۔ اگر یہ وقف ہوتا تو نبی ﷺ اس کو بھی منع فرما دیتے، کیونکہ وقف کو فروخت کرنا جائز نہیں۔

☜ امام زہریؒ کا اثر بھی دلیل نہیں بن سکتا، کیونکہ یہ وقف کے بارے میں نہیں بلکہ عام صدقہ کے متعلق ہے۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا وہ شخص اس کے نفع سے خود بھی کھا سکتا ہے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا: نہیں۔ اگر یہ وقف ہوتا تو یہ پابندی نہ لگاتے، کیونکہ وقف کنندہ کو شرعاً اپنے وقف سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت ہے۔ محدث اسماعیلیؒ فرماتے ہیں

''زہریؒ کا اثر اس وقف کے خلاف ہے جس کی اجازت نبی ﷺ نے حضرت عمرؓ کو دی تھی کہ ''اصل کو روکے رکھو اور ثمرہ خرچ کرو۔'' سونے چاندی سے تو تب ہی فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے جب اس کو بعینہٖ کسی دوسری چیز کی طرف نکالا جائے۔ غرض یہ اصل کو روکے رکھو اور ثمرہ خرچ کرو کی صورت نہیں بنتی۔''

حافظ ابن حجرؒ نے محدث اسماعیلیؒ کے اعتراض کا جو جواب دیا ہے وہ صرف زیور جس کا ذاتی استعمال واضح ہے پر منطبق ہوتا ہے، درہم و دینار پر نہیں، اس لیے اس کو روپے پیسے کے وقف کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

☜ موجودہ تکافل کے حامی فتح القدیر کے حوالے سے امام زفرؒ کے شاگرد محمد بن عبداللہ انصاریؒ کے فتویٰ کا ذکر بھی بڑی شد و مد سے کرتے ہیں کہ اُنہوں نے درہم و دینار کے وقف کو جائز قرار دیا ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ فتویٰ خود تکافل کمپنیوں کیخلاف جاتا ہے، کیونکہ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

قِيلَ وَكَيْفَ؟ قَالَ: يَدْفَعُ الدَّرَاهِمَ مُضَارَبَةً ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا فِي الْوَجْهِ الَّذِي وَقَفَ عَلَيْهِ

''کہا گیا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ وہ دراہم مضاربہ کی بنیاد پر کاروبار کے لیے دے پھر ان پر صدقہ کرے جن پر وقف کیا گیا ہے۔''

جبکہ تکافل کمپنیوں کے مالکان اپنے قائم کیے ہوئے وقف سے کسی کو بطورِ مضاربہ رقم نہیں دیتے بلکہ خود ہی کاروبار کرتے ہیں اور اس کی باقاعدہ فیس وصول کرتے ہیں۔ امام زہریؒ کے

www.KitaboSunnat.com

اثر میں بھی یہی ہے کہ اس نے دینار غلام تاجر کو دیے تھے، نہ کہ خود ہی تجارت میں لگا کر اس کے عوض فیس لینا شروع کر دی۔

اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ جو حضرات نقد کے وقف کے قائل ہیں ان کا نقطہ نظر کمزور ہے۔ لہٰذا تکافل کمپنیوں کی بنیاد ہی ایسے موقف پر استوار ہے جو دلائل کی قوت سے محروم ہے۔

☜ یہاں یہ وضاحت کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ تکافل کے حامیوں کی رائے میں پالیسی ہولڈرز کی اَقساط سے جو حصہ وقف پول میں جاتا ہے، وہ وقف کی بجائے وقف کی ملکیت ہوتا ہے جو وقف کے مصالح کے علاوہ ان لوگوں پر خرچ ہوگا جن کے لیے وقف قائم کیا گیا ہوگا جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔ سوڈان کے معروف عالم پروفیسر صدیق محمد امین ضریر کے نزدیک اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ومالم يأت الباحث بدليل على أن ما يتبرع للوقف يصرف للموقوف عليهم فإن تأصيل التأمين التكافلي على أساس الوقف ينهار من أساسه (تعقيب عن بحث تأصيل التأمين التكافلي على أساس الوقف والحاجة الداعية إليه)

''جب تک محقق (مولانا تقی عثمانی) اس بات کی دلیل پیش نہیں کرتے کہ جو عطیہ وقف کو دیا جاتا ہے، وہ ان لوگوں پر ہی خرچ کیا جا سکتا ہے جن پر وقف کیا گیا ہو تو وقف کی بنیاد پر تکافلی انشورنس کا اُصول اپنی بنیاد سے ہی اُکھڑ جاتا ہے۔''

☜ یہاں اس امر کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ دنیا میں مروّجہ تکافل کی سب سے پہلی کمپنی سوڈان میں ۱۹۷۹ء میں صدیق محمد امین زیر نگرانی قائم ہوئی تھی، لیکن اس کی بنیاد وقف کی بجائے تَبَرُّع پر تھی۔ مگر اس کو وقف کی بنیاد پر قائم تکافل کمپنیوں کے مفتیانِ کرام جائز نہیں سمجھتے۔

بعض تحقیق طلب مسائل

مروّجہ اسلامی انشورنس میں ایلوکیشن اور ایڈمن فیس کے نام پر وصولی بھی غور طلب پہلو ہے جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں بیان کر آئے ہے کہ پہلے سال قسط کی ۸۷ فیصد (زیادہ سے زیادہ) دوسرے سال بیس، جبکہ تیسرے سال دس فیصد رقم ایلوکیشن فیس کے نام پر کاٹ لی جاتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

یہ ساری رقم کنسلٹنٹ جو گاہک گھیر کر لاتا ہے اور برانچ ذمہ داران کی جیبوں میں جاتی ہے اور پالیسی ہولڈر کو اس کا علم تک نہیں ہوتا۔

یہ بالکل وہی طریقہ ہے جو روائتی انشورنس کا ہے کہ پہلی قسط کا معتد بہ حصہ انشورنس کمپنی کے ایجنٹ کو دے دیا جاتا ہے۔ جب نام نہاد اسلامی انشورنس نظریاتی مرحلہ میں تھی، تب یہ کہا جاتا تھا کہ روایتی انشورنس میں یہ ظلم ہوتا ہے کہ پہلی قسط تقریباً پوری کی پوری ایجنٹ کی جیب میں چلی جاتی ہے جبکہ تکافل میں یہ نہیں ہوتا۔ لیکن جب عملی مرحلہ آیا تو نام نہاد اسلامی انشورنس نے بھی وہی راستہ اختیار کیا۔ ہمارے خیال میں یہ پالیسی ہولڈر کے ساتھ زیادتی ہے وہ اس طرح کہ اگر وہ ایک قسط ادا کرنے کے بعد تکافل کمپنی کو الوداع کہتا ہے تو قواعد وضوابط کے مطابق اس کو صرف وہ رقم ملتی ہے جو انوسٹمنٹ کھاتے میں جمع ہو یا پھر اس سے حاصل ہونے والا نفع۔ اب ستاسی فیصد تو ایلوکیشن فیس کے نام پر پہلے ہی الگ کیا جا چکا ہے، باقی تیرہ فیصد بچا، اس میں سے آدھا وقف میں چلا گیا جو شرعاً واپس نہیں لیا جا سکتا۔ جو باقی رہ گیا اس میں سے ڈیڑھ فیصد مینجمنٹ اور ۶۵ سے لے کر ایک سو دس تک ماہانہ ایڈمن فیس بھی لی جاتی ہے۔ پالیسی ہولڈر کے ہاتھ اس کے سوا کیا آیا کہ تکافل کمپنی کے تنخواہ دار شریعہ بورڈ کے مفتیانِ کرام کا ایک عدد فتویٰ اور اس کے نتیجے میں اسلام کے نظامِ تکافل کے متعلق پیدا ہونے والی بدگمانی کہ یہ بھی استحصال پر مبنی نظام ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

ایلوکیشن فیس کی اس کے علاوہ کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی کہ یہ مختلف حربوں سے مال کھانے کی بدترین شکل ہے۔ مروّجہ تکافل کے حامی بڑی سادگی سے کہتے ہیں کہ ہم ہر بات پہلے بتا دیتے ہیں۔ ناجائز تو تب ہو جب کوئی بات خفیہ رکھی جائے۔ یہ انتہائی لغو قسم کا استدلال ہے۔ کیا بتا کر باطل طریقے سے کسی کا مال ہڑپ کرنا جائز ہو جاتا ہے؟ ناجائز کاروبار میں ملوث لوگوں کی اکثریت بھی یہی کہتی ہے کہ ہم ہر بات پہلے طے کرتے ہیں، پھر یہ ناجائز کیسے؟ کیا تکافل کے حامی اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ فقہاے اسلام نے بعض معاملات محض اس لیے ناجائز قرار دیے ہیں کہ ان سے کسی ایک فریق کو نقصان پہنچ رہا ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے ثابت ہوا کہ مروّجہ تکافل روایتی انشورنس کا ہی چربہ ہے مگر تاویلات کے ذریعے اس کو جائز ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے۔

www.KitaboSunnat.com